احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

منگل
۲۳- اگست ۱۹۹۴ء

روزنامہ الفضل ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۳۵۴
فون: ۲۲۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۴۴-۷۹ نمبر ۱۸۶ | منگل - ۱۴ - ربیع الاول - ۱۴۱۵ھ ' ۲۳ - ظہور ۱۳۷۳ ہش ' ۲۳ - اگست ۱۹۹۴ء

اپنے مولا کی طرف منقطع ہو جاؤ

بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو۔ نہ کہ ان کی تحقیر' عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل' اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر' ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولا کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

جلسہ سالانہ یو کے کا اختتام ایک ایسا نظارہ تھا جس نے کل عالم کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کر دیا

عجز و انکسار کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے اپنی اجتماعیت کی حفاظت کریں

اللہ کی عطا کردہ سعادت پر شکر گذار بندے بننے کی کوشش کریں

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کے خطبہ فرمودہ ۵- ظہور ۱۳۷۳ ہش (۵- اگست ۱۹۹۴ء) بمقام بیت الفضل لندن کا متن

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے فرمایا

مختلف دینی اجتماعات آج کے دن مختلف ممالک میں جو اجتماعات ہو رہے ہیں یا کل یا پرسوں ہونگے ان سے متعلق بعض اعلانات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ان سب ممالک کی خواہش ہوتی ہے کہ ہمارا ذکر بھی جمعہ میں چلے اور اس طرح اس عالمی برادری میں سب کو ہمارے لئے بھی دعا کی توفیق ملے۔

ملائیشیا کا جلسہ سالانہ اللہ کے فضل کے ساتھ آج ۵- اگست سے شروع ہو رہا ہے۔ تین دن تک جاری رہ کر سات اگست کو اختتام پذیر ہو گا۔ لجنہ اماء اللہ گی آنا کا جلسہ سالانہ ۷- اگست بروز اتوار کو منعقد ہو گا۔ آج ۵- اگست کو مجلس خدام الاحمدیہ حلقہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ کا تیسرا سالانہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ مسس ساگا کینیڈا کا ایک روزہ سالانہ اجتماع کل مورخہ ۶- اگست کو منعقد ہو رہا ہے اسی طرح خدام الاحمدیہ مارخین کا سالانہ اجتماع بھی کل منعقد ہو گا۔ مجلس خدام الاحمدیہ ویلسٹرن کینیڈا کا دو روزہ سالانہ اجتماع کل ۶- اگست سے شروع ہو رہا ہے اور سات اگست بروز اتوار اختتام پذیر ہو گا۔

جلسہ سالانہ یو کے کا غیر معمولی شان سے اختتام جلسہ سالانہ یو کے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک غیر معمولی شان کا جلسہ ثابت ہوا۔ اللہ کے فضلوں کو ہم ہمیشہ برستے دیکھتے ہیں لیکن ان فضلوں میں بھی بعض دفعہ اچانک یوں لگتا ہے جیسے غیر معمولی تیزی پیدا ہو گئی ہے اور توقع سے بڑھ کر اللہ کے فضلوں کی برسات ہوتی ہے۔ جلسہ سالانہ جس صورت حال میں اختتام پذیر ہوا اس میں کسی انسانی حکمت اور کسی منصوبہ بندی کا کوئی ادنیٰ سا بھی دخل نہ تھا۔ لوگوں نے بعد میں مجھ سے پوچھا کہ یہ کیا ہوا۔ میں نے کہا کہ مجھے تو یوں لگتا تھا جیسے اچانک بارش شروع ہو گئی ہے۔ حالانکہ بارش پہلے بھی ہو رہی تھی لیکن بعض دفعہ بارش میں بھی اس قدر زور پیدا ہو جاتا ہے کہ لگتا ہے کہ اب بارش شروع ہوئی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے عالمی اجتماع کا ایک نظارہ دکھانا تھا۔ (----) جماعت احمدیہ ہے جو (امامت) کے ذریعہ ایک ہاتھ پر اس طرح اکٹھی ہو گئی ہے کہ ایک جسم کے ٹکڑوں کی طرح ساری دنیا کی جماعت بن چکی ہے۔ اور کس طرح بے ساختگی کے ساتھ جگہ جگہ سے بے قرار فون آنے لگے ہمارا بھی ذکر کرو' ہمارا بھی ذکر کرو' ہمارا بھی ذکر کرو۔ مشرق سے مغرب شمال سے جنوب ہر طرف دنیا کے تمام باشندے مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے اس ایک عالمی جسم کے وجود کا ایک حصہ بن چکے تھے۔ حصہ تو تھے لیکن جس شان سے خدا نے ایک وجود کے حصے کے طور پر ان کو دکھایا ہے ایک ایسی کیفیت تھی جس کے لئے نشے کے سوا کوئی لفظ مجھے ملتا نہیں اور دیر تک نشے کی کیفیت رہی۔ میری بیٹی نے مجھ سے پوچھا کہ ابا کیا حال ہے؟ میں نے کہا میں تو اس وقت بتا بھی نہیں سکتا کہ کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ میرا بھی یہی حال ہے لیکن بات یہ ہے کہ اللہ میاں نے اتنی زیادہ خوشیاں ایک دن میں اکٹھی کر دیں کہ ان کی پوری طرح شعور کی طاقت نہیں رہی تھی اس لئے میں نے تو فیصلہ کیا ہے کہ باری باری ایک ایک حصے کو سوچ کر سارا دن اسی کے مزے لوں گی۔ اور یہ بات بہت اچھی تھی۔ اور میرے دل کو بھی لگی میں نے بھی یہی سوچا کہ یہی ایک طریق ہے کہ بہت زیادہ چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو انسان پھر بعد میں تسلی سے مزے لیتا ہے اور یہ تو ایسا دن گذرا ہے اور جلسہ بحیثیت مجموعی اول سے آخر تک کہ سارا سال مزے لینے کے لئے سامان اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگلے سال اس سے بھی زیادہ مزے کے سامان اکٹھے ہوں گے کیونکہ ہر دفعہ جب ہم کوشش کرتے ہیں کہ بہت اچھی باتیں پیدا ہوں ان سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کچھ اور باتیں دکھا دیتا ہے۔ یہ بتانے کے لئے کہ تمہارے صرف ہاتھ لگ رہے ہیں۔ اس قافلے کو حرکت اللہ دے رہا ہے اور تمہارے ہاتھ لگوا دیتا ہے کہ تمہیں محسوس ہو کہ تمہارا بھی کچھ حصہ پڑ گیا ہے۔ اور اللہ کے فضل کے ساتھ اس عالمی برادری کے انعقاد میں جو بنیادی بات کارفرما ہے اس کو بھولنا نہیں چاہئے۔ (۔) اگر ہم اس حقیقت کو بھلا دیں اور مزے میں پڑے رہیں تو مزا بالکل بے کار اور بے معنی ہو جائے گا۔ اس مزے کا جس بنیادی حقیقت اور سچائی سے تعلق ہے۔

روزنامہ الفضل ربوہ	پبلشر: آغا سیف اللہ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ مقام اشاعت: دارالنصر غربی - ربوہ	قیمت دو روپیہ

اس کے واسطے سے مزے لوٹیں تو اور ہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

غارِ ثور کا عظیم واقعہ چودہ سو سال پہلے عرب میں ایک عظیم معجزہ رونما ہوا یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اور یکہ و تنہا آپ کو تمام دنیا پر غالب آنے کی خوشخبریاں دی گئیں اس وقت جب آپ یکہ و تنہا تھے۔ اور تمام دنیا کی فتوحات کے ذکر اس زمانے میں حیرت انگیز لگتے ہونگے۔ وہ وجود جو مکے میں بھی اسطرح بدسلوکی کا شکار رہا۔ ایسی ظالمانہ بدسلوکیوں کا شکار رہا کہ عرب سمجھتے تھے کہ جب چاہو ایک چٹکی کے مسلنے کی طرح اس شخص کو ہم ہلاک کر سکتے ہیں۔ اور اگر نہیں کرتے تھے تو سمجھتے تھے کہ ہم نے ہاتھ روکے ہوئے ہیں۔ قومی روایات کی خاطر۔ قبائلی تعلقات کی خاطر۔ کچھ رسم و رواج ہیں پرانے جو چلے آرہے ہیں وہ یہی سمجھا کرتے تھے کہ ہم نے روکے ہیں ہاتھ۔ مگر جب ہاتھ چلانے کا فیصلہ کیا تو دیکھیں خدا نے کیسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ہر پھندے سے آزاد فرمایا۔ ہر سازش کو ناکام بنا دیا۔ ان کا ہاتھ آپ تک پہنچتے پہنچتے بھی ایسا بیکار ہو گیا جیسے شل ہو گیا ہو۔ وہ غار ثور کا واقعہ ہمیشہ کے لئے ایک عظیم معجزے کے طور پر انسانی تاریخ میں چمکتا رہے گا اور کوئی اس کا عقلی جواز انسان کو سمجھ نہیں آسکتا کہ ہو کیسے گیا ہے۔ اور اگر یہ ہو نہ چکا ہوتا اور تاریخ کا حصہ نہ بن گیا ہوتا تو دنیا کے لوگ کبھی مانتے نہ کہ ایسا واقعہ ممکن ہے۔ یعنی ریگستان میں جہاں دور دراز تک کوئی چھپنے کی جگہ نہیں۔ صحرا کھلا ہوا پڑا ہے جس پر قدموں کے نشان ایک دفعہ پڑ جائیں تو جب تک آندھیاں نہ آئیں وہ نشانات اسی طرح ثابت رہتے ہیں کوئی چیز ان کو مٹاتی نہیں۔ ایسے ہی ایک خاموش دن میں آنحضرت ﷺ مدینے کی طرف ہجرت فرمارہے ہیں اور چھوٹی سی پہاڑی ہے اس پر چڑھ کر غار ثور میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اور مشہور کھوج لگانے والے آپؐ کے دشمنوں کے ساتھ جو تعاقب کر رہے تھے ساتھ ساتھ چلے آرہے تھے رہنمائی کر رہے تھے۔ اور ایسی صورت میں انہوں نے کہا یہ پہاڑی ہے اس پر وہ چڑھے ہیں۔ وہ سب اوپر چڑھ گئے۔ وہاں ایک غار کے سوا کوئی چھپنے کی جگہ نہیں تھی۔ غار میں اس طرح کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ ان کے پاؤں نیچے سے دکھائی دے رہے تھے اور اس عرصے میں ایک مکڑی نے جالا بن دیا اور کہا جاتا ہے کہ ایک کبوتری نے یا کسی پرندے نے اس پر انڈا دے دیا۔ یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہوا ہے۔ اور وہ گھر جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ تمام گھروں میں سب سے کمزور گھر ہے یعنی جالا، وہ دنیا کے سب گھروں سے زیادہ طاقتور بن گیا جب خدا کا اذن آیا اور دشمن کو توفیق نہ ملی کہ اس نازک ترین گھر کو پار کر کے وہ جو پیچھے پناہ گزین تھا اس کو گزند پہنچا سکے۔ یہ بہت ہی عظیم الشان واقعہ ہوا ہے۔ ایسے شخص سے کمزوری کی حالت میں خدا نے وعدے فرمائے اور کچھ وعدے ایسے تھے جو آپؐ کے دیکھتے میں آپؐ کی زندگی میں بڑے شان سے پورے ہوئے۔

غارِ حرا.. (اس مرحلے پر حضرت صاحب کو توجہ دلائی گئی کہ آپ غار ثور کی جگہ غار حرا فرمارہے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا)

غار حرا میں آنحضرت ﷺ عبادتیں کیا کرتے تھے نا! وہیں سے نبوت کا آغاز ہوا ہے۔ تو یہ لفظ حرا ہمیشہ میرے ذہن پر اتنا حاوی رہا ہے کہ پہلے بھی میں ایسے کر چکا ہوں۔ غار ثور کی بھی بات کرتا تھا تو منہ سے حرا نکلتا تھا۔ کیونکہ اسلام کا سورج حرا سے طلوع ہوا ہے۔ اور ثور میں عارضی طور پر چھپا تھا جیسے بدلی اس پر سایہ ڈالے مگر یہ وجہ ہے۔ یہ پہلے بھی کئی دفعہ ہو چکا ہے۔ اس لئے فوری طور پر مجھے چٹ لکھ کر بتا دیا کریں جب میں ثور کی بات کروں اور حرا کہہ رہا ہوں۔

بہرحال غار ثور کا واقعہ ہے۔ وہاں آنحضرت ﷺ نے پناہ لے رکھی تھی۔ اور آئندہ بھی آپ کی زندگی میں، آئندہ سے مراد ہے اس وقت لے کر آگے تک، ہر کمزوری کی حالت میں آپ کو عظیم الشان وعدے دیئے گئے ہیں۔

ایک وقت وہ تھا جبکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ اور ایسی کمزوری کی حالت تھی کہ یہ ڈر تھا کہ اگر خندق کی تیاری سے پہلے دشمن آجائے تو مدینہ والوں کے دفاع کی کوئی صورت باقی نہیں تھی اور بڑا بھاری دشمن تمام قبائل کا لشکر کشی کر رہا تھا اور قریب سے قریب تر آرہا تھا۔ تمام صحابہؓ دن رات محنت کر کے خندق کھود رہے تھے لیکن مشکل یہ آپڑی کہ ایک پتھر رستے میں حائل ہو گیا۔ اگر وہ نہ توڑا جاتا تو خندق چل نہیں سکتی تھی۔ جب سب زیادہ سے زیادہ تر طاقتور اور قوی ہاتھ بے کار ہو گئے اور اس پتھر کو نہ توڑ سکے اس وقت حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی گئی کہ یا رسول اللہ آپؐ اب اس پتھر پر ضرب لگائیں۔ اور آنحضرت ﷺ کی کمزوری کا یہ عالم تھا اس وقت، جسمانی کمزوری کا، کہ بھوک کی شدت سے اس وقت صحابہؓ پیٹ پر پتھر باندھے پھر رہے تھے۔ کسی نے رسول کریم ﷺ سے ذکر کیا کہ یا رسول اللہ! یہ حالت ہے دیکھیں پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ آنحضورؐ نے اپنے بدن مبارک سے کپڑا اٹھایا تو دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ یعنی سب سے زیادہ بھوک کی تکلیف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تھی۔ اس وقت جب آپؐ نے اس آلے سے وار کیا ہے، تو کدال گینتی کہلاتی ہے شاید اس سے جب پتھر پہ ضرب لگائی اس سے ایک چنگارہ اٹھا تو حضرت اقدس محمد رسول ﷺ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ پھر ایک اور ضرب لگائی پھر چنگارہ اٹھا۔ پھر ایک اور ضرب لگائی تو پھر ایک اور چنگارہ اٹھا اور پتھر دو نیم ہو گیا۔ اور وہ رک جاتی رہی۔ اس وقت صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپؐ نعرہ کیوں لگاتے تھے ساتھ جب شعلہ بلند ہوتا۔ تو آپؐ نے فرمایا اس شعلے میں کبھی مجھے یمن کے محلوں کی چابیاں پکڑائی جاتی ہیں۔ کبھی میں ان شعلوں میں فارس کی فتوحات دیکھتا تھا۔ کبھی مغرب کی فتوحات دیکھتا تھا۔ تین ایسی خوشخبریاں تھیں جو مجھے ترتیب کے ساتھ لفظاً لفظاً ذکر یاد نہیں رہا۔ اس لئے میں اس سے احتراز کر رہا ہوں۔ مگر بنیادی طور پر یہ بات ہے۔ اس انتہائی کمزوری کی حالت میں جب کہ دفاع کے لئے بھوکے خندق کھود رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ قیصرو کسریٰ اور یمن کے قلعوں کی فتوحات کے نظارے دیکھ رہے تھے۔ ایسی حالت میں اگر دشمن آپ کو مجنون کہتا تھا تو ان کے لئے اس کے سوا اور کوئی لفظ نہیں تھا۔ ایسی باتیں یا مجنون کیا کرتے ہیں یا سب سے زیادہ صادق اور سب سے زیادہ باشعور انسان جو اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ پس ان کی اندھی آنکھوں نے آنحضور ﷺ کا اصلی مقام تو نہیں دیکھا مگر جو فتویٰ دیا ہے وہ ان دو کے سوا کسی پر لگ نہیں سکتا۔ ایسی حالت میں جو انسان بلند بانگ دعاوی کرے اور یہ کہے کہ میں قیصرو کسریٰ کی فتوحات کے خواب دیکھتا ہوں اس کے نظارے مجھے دکھائی دے رہے ہیں۔ یا ان کے محلات کی چابیاں مجھے عطا کی جارہی ہیں۔ ایسے شخص کو دنیا یا تو پاگل کہے گی یا پھر خدا تعالیٰ کا برگزیدہ چنیدہ بھیجا ہوا رسول ایسا نبی جس سے خدا خود پیار کی باتیں کرتا ہے۔ جسے خود آسمان سے خوشخبریاں عطا کرتا ہے۔ ان دو انتہاؤں کے درمیان بیچ میں اور کوئی مقام نہیں۔

پس انہوں نے تو بہرحال اس بات کی تصدیق کی یہ ناممکن بات ہے۔ پس ان کے مجنون کہنے میں بھی حقیقت میں ایک بہت بڑا اعتراف حق ہے۔ اور آئندہ زمانوں میں کام آنے والا اعتراف حق تھا۔ ایسی صورت تھی کہ دنیا والے کی نظر میں وہ باتیں ناممکن تھیں۔ ایک دیوانے کے خواب سے زیادہ ان باتوں کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اور ایک ایک بات اللہ نے ان کے دیکھتے میں، ان کی زندگیوں میں پوری کر دکھائی۔(-)

ہم حقیقت میں اس لائق نہیں کہ (-) کامیابیوں اور (-) سہروں کے حقدار قرار دیئے جائیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جو میں نے ہمیشہ اپنی ذات میں محسوس کی ہے۔ ایک ذرہ بھی اس میں مبالغہ نہیں۔ میں اپنے وجود کو اپنی حقیقت کو جانتا ہوں۔ جماعت احمدیہ کو جو کچھ بھی فیض مل رہا ہے بلاشبہ ایک ذرہ بھی اس میں شک نہیں نہ آپ آئندہ کبھی کریں (-)

شکر گزار بندے بننے کی کوشش کریں اور ہمیں ان کامیابیوں میں جو ذریعہ بنایا گیا ہے یہ ہماری سعادت ہے۔ پس سعادت پر شکر گزار ہوں۔ اور حد سے زیادہ شکر گزار بندے بننے کی کوشش کریں حد سے زیادہ کا لفظ غلط ہے۔ حد سے زیادہ شکر ہو ہی نہیں سکتا۔ یہاں حد سے زیادہ سے میری مراد شاید یہ تھی کہ ہماری جو حدیں، تھوڑی چھوٹی چھوٹی حدیں ہیں ان کو پار کرنے کی کوشش کریں شکر اتنا کریں کہ اپنی حدود توڑ دیں۔ تب بھی شکر کا حق ادا نہیں ہو سکے گا۔ اگر اس صورت حال کو اس حقیقت کے ساتھ، جیسے میں بیان کر رہا ہوں سمجھ کر پھر خدا کا شکر ادا کریں گے تو آپ کا لطف کچھ اور قسم کا لطف ہو جائے گا۔ یہ تماشابینی نہیں رہے گی۔ اگر اس حقیقت کو بھلا دیں گے تو آپ تماشابینوں میں شمار ہونے لگیں گے۔ اور یہی ڈر تھا مجھے جو چند دن لاحق رہا اور اسی لئے میں نے فیصلہ کیا کہ میں جمعہ پر جماعت کو خوب اچھی طرح سمجھا دوں کہ ایسے واقعات جو رونما ہوتے رہے ہیں پہلے بھی اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ ان کی لذت کو تماشابینی کی لذت میں تبدیل نہ ہونے دینا۔ ورنہ بہت بڑے نقصان کا سودا کر رہے ہوگے۔ اگر یہ ظاہری ہنگامے یہ شور یہ ٹیلی فون کے قصے یہ ظاہری صورت میں ہی آپ کو لطف دے رہے ہیں تو یاد رکھیں کہ اس سے بہت زیادہ ہنگامے اور حیرت انگیز جذبات کا زیر و بم ایسے بیہودہ اور ذلیل گانوں کے تعلق میں بھی دکھائی دیتا ہے جن کی کوئی بھی حیثیت نہیں کوئی بھی حقیقت نہیں۔ دنیا کے عظیم معاملات سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ پاپ میوزک کا آجکل شور ہے پاپ سنگر دنیا میں مشہور ہو رہے ہیں۔ ایسے ایسے پاپ سنگر ہیں جن کے گانوں پر بعض دفعہ ایک ایک کروڑ آدمی یا اس سے بھی زیادہ، دس دس لاکھ تو ان کی موجودگی میں، ان کے سروں پر پاگل ہو رہا ہوتا ہے۔ اور ٹیلی ویژن کے ذریعے کروڑ بلکہ کروڑوں

ایسے ہوں گے جو دیکھتے ہیں اور سر دُھنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کو عجیب روحانی سرور حاصل ہوا ہے۔ تو ہم تو ویسے سطحی لوگ نہیں ہو سکتے۔ یہ جو نظارہ تھا یہ ان نظاروں کے مقابل پر جو آپ ایسے پاپ سنگرز کی کامیابی کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ دنیا والوں کی نظر میں کچھ بھی نہیں۔ وہ کہتے ہیں چند ٹیلیفون کالز آگئیں تو کیا فرق پڑا۔ لیکن جس طرح میں آپ کو گہرائی کے ساتھ اس کی حقیقت بتا رہا ہوں یہ ایک عجیب نظارہ ہے۔ ایسا نظارہ جس نے کُل عالم کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کیا ہے۔ (۔) اور یہ واقعہ صرف موجودہ زمانے میں نہیں پھیلتا بلکہ گزشتہ زمانوں سے پیوستہ ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ پھر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

ہماری لذتیں روحانی رہنی چاہئیں پس ہمارا جو ایک روحانی وجود ہے اور اس کی لذتیں بھی ہمیشہ روحانی رہنی چاہئیں اور روحانی رکھنے کے لئے جدوجہد کی ضرورت پڑے گی۔ بسا اوقات ایسی عظیم کامیابیاں ہمارے قدم چومنے کے لئے تیار بیٹھی ہیں کہ ہمارے نفسوں کو دھوکے میں ڈال دیں گی ہمارے سروں میں کجی پیدا کر دیں گی بجائے اس کے کہ خدا کے حضور جھکیں۔ غلط مفہوم اپنی عظمت کے اُن سروں میں جا سمائیں گے اور انہیں پاگل کر دیں گے۔ پس اس بات کی فکر کریں اور اپنے گھروں میں بھی جب ان باتوں کی لذتوں کا ذکر کریں۔ تو اللہ کے حوالے سے (۔) سے اپنی عاجزی کے حوالے سے ذکر کریں۔ ہرچند کہ ہم حقدار نہیں تھے عجیب اللہ کی شان ہے کہ عظیم وعدے ہمارے ذریعے سے پورے ہو رہے ہیں اور ہمارے زمانے میں پورے ہو رہے ہیں۔ اس انکسار کی آپ حفاظت کریں۔ تو حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) سے خدا کا وعدہ ہے کہ "تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں" اور یہ ایسا وعدہ ہے جو ہمیشہ آپ کی ذات میں پورا ہوتا رہے گا۔ اور یہی حقیقی عجز ہے جو بناوٹی نہیں بلکہ حقیقی عجز ہے۔ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ یہ حقیقی عجز ہے اگر اس عجز کی حقیقت کو آپ پہچان جائیں اور جان لیں کہ واقعتہً یہی حالت ہماری ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں۔ تو پھر آپ دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل کتنے بڑھ بڑھ کر ہمیشہ آئیں گے اور ہماری عقلوں کو اپنی قوت اور عظمت اور شوکت اور جلال اور جمال کے ساتھ وقتی طور پر گویا ماؤف کر دیا کریں گے۔ بعض دفعہ جب غیر معمولی چمکار ہوتی ہے جلووں کی تو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں پھر مزید دیکھنے کی طاقت نہیں رہتی۔ بعض دفعہ دماغ غیر معمولی جلال اور شان کے اظہار سے ماؤف ہو جاتے ہیں وقتی طور پر یعنی ان کے اندر مزید طاقت نہیں رہتی کہ وہ اس بات کو سمجھ سکیں سمیٹ سکیں اپنے تھوڑے ظرفوں میں سما سکیں۔

اجتماعیت کی حفاظت کریں پس اس پہلو سے میں امید بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ (اللہ نے چاہا تو) اپنے عجز کی حفاظت کرتی رہے گی تو خدا تعالیٰ ان پر بے شمار فضل نازل فرماتا رہے گا۔ اس ضمن میں میں خصوصیت سے آپ کو یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اکٹھے رہیں۔ آپ نے ایک اجتماع کا مرکز دیکھا تھا۔ اور اجتماعیت کا جو نظارہ آپ کے علم میں تھا مگر اس طرح آنکھوں کے سامنے نہیں ابھرا تھا۔ وہ آنکھوں کے سامنے ابھرا ہے تب آپ کو معلوم ہوا ہے کہ ایک ہاتھ پر ایک مرکز پر اکٹھا ہونا کس کو کہتے ہیں۔ اور ایسا عظیم روحانی لطف اس چیز میں ہے۔ اس لئے آج جو میں نے آپ کے سامنے آیت تلاوت کی ہے اس کا اسی مضمون سے تعلق ہے۔ کہ آپ اپنی اجتماعیت کی حفاظت کریں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رہیں چمٹے رہیں۔ کوئی ایسی بات نہ کریں جو کسی جگہ بھی جماعت کے ایک وجود میں کسی طرح رخنہ پیدا کر سکے۔

لائنیں جام ہو گئیں لیکن اس سے پہلے میں ایک دو اور ذکر کرنا چاہتا ہوں جب ٹیلی فون دنیا بھر سے آ رہے تھے تو چونکہ لائنیں تھوڑی تھیں اس لئے مکمل طور پر وہ لائنیں جام ہو چکی تھیں۔ اور جسوال برادران نے یہ بہت ہی حکمت سے کام لیا ہے کہ لمبی بات نہیں کرتے تھے۔ فوراً واپس فون رکھتے تھے اور کہتے ہیں کہ جب رکھتے تھے تو بیل ہو رہی ہوتی تھی۔ یعنی مسلسل گھنٹی بجی ہے اور بعد میں مجھے فونوں پر اور خطوں کے ذریعے بھی یہ پیغامات ملے اور اپنی بے کسی بے قراری اور بے بسی کا اظہار کیا۔ کہ کس طرح ہم مسلسل فون پر بیٹھے رہے ہیں لیکن کوئی پیش نہیں گئی۔ ایک نے مجھے لکھا ہے کہ میں نے جب (لاہور سے کسی نے لکھا ہے کہ) اسلام آباد میں جو ایکسچینج ہے اس کے ذریعے کوشش کی تو اس نے کہا یہ ہو کیا رہا ہے۔ کیونکہ ہر جگہ سے مجھ پر اتنا دباؤ ہے کہ فوراً ملا دو۔ اور آگے لائنیں جام ہوئی ہیں آگے سے اٹھاتا کوئی نہیں مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ اس نے کہا کہ چلیں میں ان کو بتا دوں۔ اس نے اس کو سمجھایا کہ یہ واقعہ ہو رہا ہے۔ اس پر وہ ٹیلی فون والا بھی حیرت میں مبتلا ہو گیا کہ اتنا زیادہ دنیا سے فونوں کا دباؤ ہے وہاں۔ مگر میں بتانا چاہتا ہوں کہ جن جماعتوں کو توفیق نہیں مل سکی تھی خاص محبت کرنے والوں کو توفیق نہیں مل سکی تھی۔ میں ان کے چند نام آپ کو پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

ناظر صاحب اعلیٰ ربوہ اور دیگر لوگ جن کے فون نہ ہو سکے سب سے پہلے تو ناظر صاحب اعلیٰ ربوہ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں سنتا تھا آپ کا نام ’بے قرار ہوتا تھا۔ آدمی مقرر کیا ہوا تھا مسلسل بیٹھا ہوا تھا لیکن کچھ پیش نہیں جا رہی تھی۔ فون ہوتا ہی نہیں تھا۔ یا ہوتا تھا تو انگیج ہوتا تھا۔ دوسرے ناظر صاحب اصلاح و ارشاد کا ربوہ سے یہی پیغام ملا ہے ہمارے منگلا صاحب پرائیوٹ سیکرٹری صاحب کا بھی یہی پیغام ملا ہے۔ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ حضرت ام مبین کا بھی اسی طرح بے قراری کا پیغام ملا ہے۔ جماعت احمدیہ سیرالیون کی طرف سے پیغام ملا ہے کہ ہم تو مسلسل کوشش کر رہے تھے لیکن آپ تک بات نہیں پہنچ رہی تھی۔ ضیاء اللہ مبشر ریجنل صدر ٹوکیو ریجن ‘ جاپان کا ذکر تو آ گیا تھا۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ریجن کی طرف سے کوشش کر رہا تھا۔ جماعت احمدیہ العین اور بوریمی سلطنت عمان ان کا بھی اس طرح کا اظہار ہے۔ حیدر آباد سندھ کی طرف سے اور فضل عمر ہسپتال کے ایڈ منسٹریٹر صاحب کی طرف سے ‘سید سجاد احمد اور سید طاہر احمد کوماکی جاپان سے ‘ اور میری ہمشیرہ عزیزہ امتہ الباسط کی طرف سے بھی فیکس تفصیلی ملی ہے۔ کہ بہت برا حال رہا۔ ہم تو فون کر کر کے تھک گئے کوئی پیش نہیں جاتی تھی۔ منصور احمد (مربی) سلسلہ تاشقند ‘ ناصر احمد خان صاحب بورڈو فرانس ‘ سیف الحق صاحب اور ملک رفیق خالد صاحب کھوبر ہاؤزن جرمنی ‘ جرمنی سے تو کئی فون آئے تھے مگر یہ ایک صرف نام لکھا ہوا ہے یہاں۔ محمد رافع قریشی صاحب بیلجیم۔ ملک سجاد صاحب اور فریحہ احمد صاحبہ کینیڈا۔ اور کینیڈا سے میں نے ملک لال خان صاحب کا پیغام سنایا تھا۔ مگر ان کا مجھے فیکس ملا ہے کہ آپ کو ٹیلی پیتھک رابطے سے میرا نام ملا ہو گا۔ کیونکہ میرا فون نہیں مل سکا۔ ان سے میری ٹیلی پیتھی چلتی ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا جب جاپان ہوا کرتے تھے ہم نے تجربہ کیا تھا ٹیلی پیتھی کا۔ پرانے زمانے کی بات کر رہا ہوں۔ تو اس وقت ٹیلی پیتھی کے ذریعے میں ان کو بعض پیغام دیا کرتا تھا ان کی طرف سے بعد میں فون آ کر کنفرمیشن ہو جاتی تھی کہ ہاں آپ نے فلاں وقت مجھے یاد کیا ہے۔ میں کہتا تھا ہاں کیا تھا۔ تو اس طرح چلتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مذاق میں وہی بات لکھی ہے۔ کہ میرا فون تو آپ کو نہیں ملا۔ پھر آپ نے جو ذکر کیا ہے وہ ٹیلی پیتھک فون ملا ہو گا۔ شیخ الطاف الرحمان صاحب سویڈن ‘ زیڈ اے یونتو صاحب انڈونیشیا۔ رفیع جنرل سیکرٹری صاحب نیو یارک جماعت ‘ اور راشدہ فیضی صاحبہ نارتھ کیرولائنا سے۔ پیغام تو بہت سے ہیں اب آتے بھی رہیں گے مگر اب زیادہ ہمارے پاس گنجائش نہیں۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

اجتماعیت کے نظارے کا لطف تو میں بتا یہ رہا تھا کہ جو سب سے زیادہ لطف اس جلسے پہ آیا ہے وہ اجتماعیت کے ایک ایسے نظارے سے آیا ہے جو آسمان سے اترا تھا۔ اس میں زمینی کوششوں کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اور بتایا جا رہا تھا کہ یہ عالمی جماعت ہے (۔) جو کُل عالم کو اکٹھا کرنے کے لئے بنائی جا رہی ہے۔ اور اس طرح تم ایک وجود بن رہے ہو۔ اس ایک وجود کی حفاظت کی خاطر میں آج آپ کو ان قرآنی آیات کے حوالے سے نصیحت کرتا ہوں جن کی تلاوت میں نے کی ہے۔ سورہ آل عمران آیات ۱۰۳ تا ۱۰۶

اللہ کے حضور عجز کا مطالبہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (۔) اے مومنو! اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے۔ اور تقویٰ کا حق کیا ہے (۔) کہ مرنا نہیں ہے سوائے اس کے تم مسلمان ہو۔

اب اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر لحظہ (دین حق کے پیرو کار) رہو۔ کیونکہ موت کی نہ ہمیں خبر نہ ہمارا اختیار اور تقویٰ کا حق ادا کرنا اتنا مشکل کام ہے کہ زندگی کے لحہ جب بھی موت آئے انسان خدا کے حضور (دین حق کا پیرو کار) لکھا ہوا ہو۔ پس تقویٰ کی باتیں کرنا آسان ہے۔ تقویٰ کا حق ادا کرنا بہت مشکل ہے اور اس ضمن میں بھی میں دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کروڑوں احمدی ہو جائیں گے عنقریب (اللہ نے چاہا تو) لیکن اب کروڑ ہیں یا لکھو کھہا ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ مگر ان سب کے لئے یہ ناممکن ہے کہ جو میں حالات دیکھ رہا ہوں بالکل ناممکن دکھائی دیتا ہے کہ ہر شخص ایسی زندگی گزار رہا ہو کہ جس لمحے موت آئے (دین حق) پر موت آئے۔ بڑا مشکل مطالبہ ہے۔ مگر ایک مطالبہ ہم بھی تو کر سکتے ہیں خدا سے اور وہ عجز کا مطالبہ ہے۔ ایک عاجزانہ مطالبہ ہے اور وہ یہ ہے کہ موت تیرے قبضے میں ہے مرنا ہمارے اختیار میں نہیں۔ نہ ہماری زندگی ہمارے اختیار میں ہے نہ ہماری موت اختیار میں ہے۔ تو یوں کر۔ ایسا فضل فرما۔ کہ جس حالت میں ہم (دین حق کے پیرو کار) ہوں اسی حالت میں وفات دینا اس کے سوا وفات نہ دینا۔ پس یہ تقویٰ کی شرط عجز کے ساتھ پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے اس کے بغیر دکھائی نہیں دیتی۔ ناممکن دکھائی دیتی ہے پس اس عاجزی کے ساتھ اگر آپ خدا کے حضور ہمیشہ دعا کرتے رہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے اکثر لمحے ایسے گزر رہے ہیں یا کم لمحے ایسے گزر رہے ہیں جن میں ہم حقیقت میں (دین حق کے پیرو کار) نہیں رہتے۔ تو بہتر جانتا ہے۔ مگر اگر چند لمحے بھی تیرے حضور ایسے آئیں کہ جب ہم تیری نگاہ میں (دین حق کے پیرو کار) ٹھہرتے

ہوں اے خدا اس وقت ہمیں وفات دینا جب ظلم کے لمحوں میں ہمیں وفات نہ دینا۔(۔) کی اگلی تشریح ہے (۔) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اکٹھے ہو کر تھامے رکھو (۔) اور ہرگز تفرقہ اختیار نہ کرو۔ اللہ

کی رسی۔ کے متعلق میں پہلے بھی وضاحت کر چکا ہوں۔ اصل حبل اللہ تو وحئ الٰہی ہے جو کتاب کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔ اور پھر یہ وحی ایسی ہے جس پر نازل ہوتی ہے اس کو مجسم حبل اللہ بنا دیتی ہے۔ پس بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حبل اللہ سے تو قرآن مراد ہے۔ آپ رسول بھی مراد لے لیتے ہیں۔ مگر میں زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اس بات کو کہ حقیقت میں قرآن پر براہ راست ہاتھ مارنا ممکن نہیں ہے جب تک رسول کی وساطت سے جو زندہ قرآن ہے۔ قرآن پر انسان اپنا ہاتھ نہ مارے اور اسے پکڑ نہ لے۔ اور تفصیل قرآن کی تو براہ راست کسی کو معلوم ہوتی ہی نہیں۔ اور جو براہ راست قرآن کو سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں اگر خدا سے فیض یافتہ نہ ہوں تو اسی قرآن سے تفرقے کی باتیں نکال لیتے ہیں بجائے اس کے کہ اکٹھے ہونے کی باتیں سیکھیں۔ پس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی وہ زندہ قرآن ہیں جن پر ہمیشہ مضبوطی سے ہاتھ رہنا چاہئے۔ یعنی آپ کے قدموں پر یہ ہاتھ ایسے پڑیں کہ پھر کبھی اس سے جدا نہ ہوں اور آپ کی پیروی میں حبل اللہ کی پیروی ہے۔ اگر اس پہلو سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت پر نظر رکھنا اور اپنی زندگی کے ہر لمحے پر اس سیرت کو جاری کرنا ہی (۔) وہ مضمون ہے جو پہلی آیت سے براہ راست تعلق رکھتا ہے۔ یعنی کس طرح آپ کو پتہ چلے گا کہ آپ کا ہر لمحہ (دین حق کا پیروکار) لمحہ ہے۔ اگر محمد رسول اللہ کی سنت پر ہے تو یقیناً (دین حق کا پیروکار) لمحہ ہے۔ اگر اس سیرت سے ہٹ کر ہے تو (دین حق کا پیروکار) لمحہ نہیں ہے۔ پس ان دو آیتوں میں بظاہر دوری دکھائی دیتی ہے۔ بے تعلق مضمون ہے لیکن ہرگز بے تعلق مضمون نہیں۔ بعینہٖ وہی مضمون ہے جو دوسرے رنگ میں بیان ہوتا ہے۔ (۔) ایک ہی مضمون کی دو شکلیں ہیں۔ اور پھر اس کے ساتھ ایک عجیب نصیحت فرمائی گئی۔ (۔) اللہ کی نعمت کو یاد رکھنا پس وہ لوگ جو اس بات پر ضد کرتے ہیں کہ نہیں محمد رسول اللہ ﷺ حبل اللہ نہیں ہیں بلکہ قرآن ہے۔ یہ ان کی جہالت ہے کیونکہ حبل اللہ کی تشریح یہ فرمائی کہ (۔) تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو اور نعمت رسول ہی ہوا کرتا ہے۔ رسالت ہی نعمت ہے۔ اور قرآن کریم میں انعامات میں سب سے بڑا انعام رسالت کو بیان کیا گیا ہے پس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وہ نعمت ہیں جن کو یاد کرنا چاہئے۔

(۔) جب تم آپس میں پھٹے ہوئے ایک دوسرے کے دشمن تھے ایک دوسرے سے جدا جدا تھے۔ یاد کرو کہ اللہ نے اپنی نعمت کے ذریعے تمہیں ایک ہاتھ پر اکٹھا کیا ہے۔ میں نے پہلے بھی اس غلط فہمی کو دور کیا تھا کہ بعض دفعہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اگر تو چاہتا اور سب کچھ جو زمین ہے سب بھی خرچ کر دیتا تب بھی ان کو اکٹھا نہیں کر سکتا تھا یہ محض اللہ ہے جس نے دلوں کو باندھا ہے۔

اللہ کی نعمت کے ذریعے لوگ اکٹھے ہوئے اس آیت کا اس مضمون سے کہیں تضاد تو نہیں۔ جو میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں کوئی بھی تضاد نہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ ذاتی طور پر تمام عرب کو جمع کرنے، ایک ہاتھ پر اکٹھے کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ جب اللہ کی نعمت بنے ہیں اور مجسم نعمت بن گئے ہیں۔ اس نعمت کے ذریعے خدا تعالیٰ نے لوگوں کو اکٹھا کیا ہے۔ پس قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ کے وجود کی صحابہؓ کو اکٹھا کرنے میں ایک ذریعہ بننے کی نفی نہیں فرمائی بلکہ اس کی توثیق فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا کہ (۔) اے محمد رسول اللہ ﷺ اگر تو سخت مزاج ہوتا اور ان لوگوں سے کسی لحاظ سے بھی بدخلقی سے پیش آتا تو یہ تجھے چھوڑ کر ارد گرد بھاگ جاتے۔ اس وقت پھر (۔) یہ مضمون کیسے صادق آتا۔ پس اللہ ہی ہے جو اکٹھا کرتا ہے مگر کچھ ذریعے اختیار فرماتا ہے اور اکٹھا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ حضرت محمد رسول اللہ تھے اور اس ذریعے کی روح یہ بیان فرمائی کہ نہایت اعلیٰ خُلق کے مالک تھے۔ آپؐ کے گوشے اپنے صحابہؓ کے لئے نرم تھے آپؐ کا پیار اور رحمت تھی جو لوگوں کے دل جیت رہے تھے۔ اور آپؐ کو رؤف الرحیم فرمایا۔ یعنی (۔) اتنا زیادہ رحمت کرنے والا اتنا شفقت کا سلوک کرنے والا ہے کہ گویا خدا کی دو صفات اس کی ذات میں جلوہ گر ہو گئی ہیں۔ اللہ رؤف ہے تو یہ بھی رؤف بن گیا ہے۔ اللہ رحیم ہے تو یہ بھی رحیم بن گیا ہے۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ کی وساطت کے بغیر خدا تعالیٰ کے قرب کا تصور ایک جاہلانہ تصور ہے بالکل بے حقیقت تصور ہے۔ اہل قرآن سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی جاہل نہیں ہے جو مسلمان کہلا کر بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے نیازی کی باتیں کرتے ہیں۔ گویا محمد رسول اللہ صرف ایک مشین تھے جن پر قرآن اتر گیا۔ اور اس کے بعد (۔) چھٹی ہوئی۔ اب محض قرآن ہی ہے جس پر ہاتھ ڈال لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں رہی [illegible] کی اگر ضرورت نہ ہو تو آج کیا ہو گیا آج قرآن وہ نہیں ہے۔ کیا وہی (۔) ہیں جو اس زمانے میں ہوا کرتے تھے جب محمد رسول اللہ تھے کیا عالم اسلام کا وہی عالم ہے جو صحابہؓ کرام کا عالم تھا اور ان کے دل اور ان کی روح کی کیفیات تھیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

وہ اگر عالم پاک تھا تو یہ خاک کی دنیا ہے اس کو اس عالم پاک سے کوئی بھی نسبت نہیں رہی اور قرآن وہی ہے۔ پس اہل قرآن کو جھوٹا کرنے کے لئے اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ قرآن تو کی طرح ہے ایک ذرہ بھی اس میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور تم اہل قرآن بن کر تمام سعادتیں محمد رسول اللہ کے بغیر حاصل کرنے کی کوششیں کرتے ہو اور اس کے دعوے دار ہو۔ کچھ کر کے دکھا دو۔ کیا تم نے دنیا میں انقلاب برپا کیا ہے۔ وہ صحابہؓ جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد پروانوں کی طرح تھے۔ وہ تم سے تعداد میں کم تھے اور کمزور تھے انہوں نے تو ساری کائنات کی کایا پلٹ دی تھی۔ تمام ماحول انقلاب کا ماحول بنا دیا تھا۔ تم آج اسی طرح باتیں کرتے ہو۔ قرآن کے ساتھ تعلق بھی جھوٹ ہے اور تعلق تو حقیقت میں دماغ سے نہیں دل سے ہوا کرتے ہیں۔ اور دل کے تعلق میں محبت کے تقاضے ہیں جو پورے کرنے پڑتے ہیں۔ اور محمد مصطفیٰ ﷺ سے کوئی تعلق بھی فرضی نہیں ہو سکتا جب تک قلبی نہ ہو۔ اور قلبی تعلق ہی ہے جو انسان کی کایا پلٹ دیتا ہے۔ تو یہ مضمون ہے (۔) جس میں قلب کی باتیں ہو رہی ہیں دماغ کی باتیں کہاں ہو رہی ہیں۔ البتہ میں یہ نہیں کہتا کہ تمہیں خوب سمجھا دیا ہم نے اب بات سمجھ لو اور اس پر قائم ہو جاؤ۔ فرماتا ہے ہم نے دلوں کو باندھا ہے۔ اچھی بھلی باتیں سمجھ آجاتی ہیں اگر دل [illegible] میں انسان کے کچھ بھی کام نہیں آتیں۔ پس فرمایا (۔) تم اللہ کی نعمت کے ذریعے بھائی بھائی بنے ہو۔ اب وہ نعمت جب اٹھی۔ یعنی نبوت کی ساری برکتیں تو نہیں اٹھیں مگر محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود بنفسہٖ اس دنیا سے اٹھ گیا۔ اس وقت وہی قرآن تھا وہی مسلمان تھے۔ اچانک دیکھا آپ نے کیا واقعہ رونما ہوا کس طرح پھر لڑ پڑے ہیں آپس میں۔ کس طرح ایک قیامت سی برپا ہو گئی۔ سارے عرب میں ہر طرف فتنوں نے سر اٹھا لئے۔ وہ کیا تھا اور کیا نہیں تھا جو اس مسئلے کو حل کرتا ہے۔ پھر اچانک یہ کیوں تغیر پیدا ہوئے۔

عربوں کو ایک جان بنا دینے کا کارنامہ بعض مستشرقین سے جب گفتگو ہوا کرتی تھی پہلے جب تو وہ میرے سامنے یہ بات طعن کے طور رکھتے تھے اسلام نے کیا انقلاب برپا کیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں چند دن تک اور بعد میں دیکھو کس طرح فساد برپا ہو گئے۔ ان کو میں کہتا تھا کہ تمہارے پاس دیکھنے کی آنکھیں نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے عظیم مرتبے پر یہ باتیں گواہ ہیں اور اس سے بڑی گواہی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ عرب جن کا یہ مزاج تھا ان کو کس طرح ایک جان بنا کے رکھ دیا ایک قالب میں تبدیل کر دیا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دل کے ساتھ سارے دل ہم آہنگ ہو گئے۔ کہ جب آنحضورؐ نہ رہے تو وہ بات نہ رہی جو آپؐ کے وجود کے ساتھ وابستہ تھی۔

جسمانی وجود کے اوجھل ہونے سے نفسیاتی دھوکا پس بعض وجود خدا تعالیٰ کی طرف سے بعض برکتوں کے مجسم نمائندہ ہو جایا کرتے ہیں۔ اور نبی خدا کی برکتوں کا سب سے بڑا نمائندہ ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کا ایک جسمانی وجود تھا۔ ایک روحانی وجود ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضورؐ کے وصال کے بعد کہا کہ اے میرے آقا! خدا تجھ پر دو موتیں اکٹھی نہیں کرے گا۔ پس وہ روحانی وجود زندہ ہے وقتی طور پر جب جسمانی اور روحانی وجود اکٹھے ہوں تو بعض دفعہ جسمانی وجود کے غائب ہونے سے نفسیاتی طور پر انسان دھوکا کھاتا ہے کہ وہ اب ہم میں نہیں رہا۔ اور اس کی وجہ سے بہت سی آزادیاں جو حقیقت میں آزادیاں نہیں بلکہ غلامی ہیں یعنی شیطان کی غلامیاں وہ سر اٹھانے لگتی ہیں اور انسان سمجھتا ہے کہ ایک وجود وقتی طور پر ہم میں نہیں رہا اور یہ ایک نفسیاتی کیفیت ہے۔

آنحضرت ﷺ کے وصال کے معاً بعد جو سلسلہ شروع ہوا ہے خواہ وہ خلافت رابعہ کے آخر پر بدنصیبی سے خلافت کی نعمت کو ہاتھ سے کھونے پر منتج ہوا۔ وہ یہی نفسیاتی کیفیت تھی۔ آنحضورؐ ظاہری طور پر ساتھ رہا کرتے تھے آپؐ کا روحانی وجود ہمیشہ کے لئے ساتھ رہتا تھا عادت پڑ گئی تھی اس روحانی وجود تک اس جسمانی وجود کے واسطے سے پہنچنے کی اور فوری طور پر انسان اس تبدیلی کو محسوس کر کے اس کو ہضم نہیں کر سکا۔ پھر رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کے روحانی وجود ہی کو ایک زندہ وجود کے طور پر امت میں ہمیشہ جاری رکھا ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو روحانی وجود کو دیکھتے اور اس کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ فرق ہوا کرتا ہے۔ وجود تو روحانی ہی ہے جسمانی وجود تو اس کا ایک پیکر ہے جس نے اس کو اٹھایا ہوا ہے۔ مگر عام طور پر غبی سے غبی دماغ بھی جسمانی وجود کو دیکھ کر متاثر ہو جاتا ہے۔ اور رحیم انسان ہے جو اس کے اندر کے روحانی وجود پر نظر رکھتا ہے جب وقتی طور پر جسمانی وجود کو الگ کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ کھلی چھٹی مل گئی ہے جو چاہو کرتے رہو۔ یہی کیفیت ہے جو اسلام کی رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد کی ابتدائی تاریخ میں رونما ہوئی ہے۔

ربوہ سے آنے کے بعد بعض لوگوں کا ردعمل جب میں ربوہ سے روانہ ہوا یعنی عارضی (نقل مکانی) میں تو فوری طور پر ربوہ کے ان لوگوں کا یہی ردعمل تھا جو میرے وہاں رہنے کے رعب کی وجہ سے ٹھیک رہتے تھے۔ اور بعد میں کئی قسم کی شرارتیں شروع کردیں۔ کئی قسم کے فتنوں نے سر اٹھالیا۔ لوگ مجھے لکھتے تھے کہ او ہو! یہ کیا ہوگیا۔ اب تو آپ آگئے ہیں اور حکومت نے ان لوگوں کو شہ دی ہے منافقوں کی سرپرستی کر رہی ہے۔ پیٹھ ٹھونک رہی ہے اور لگتا ہے کہ سب ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ میں ان کو ہمیشہ یہ لکھتا رہا کہ آپ کو وہم ہے نہیں نکلیں گے ہاتھ سے۔ وقتی طور پر ایک دھوکا ہے ان کا۔ اور پھر صحیح صورت حال پر واپس آجائیں گے اور وہ جو رشتہ بندھے گا وہ دائمی ہے۔ وہ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ وہ ابتلاء میں ثابت قدم رہنے والا رشتہ ہے۔ پس جو چند منافقین ہیں چند کمزور ہیں وہ ٹھیک ہے ہاتھ سے جاتے رہیں گے نگران کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کریں۔ ان میں سے بھی بہت سے واپس آئیں گے اور پھر مزاج درست کرکے واپس آئیں گے۔ اور بعد میں پھر یہی کیفیت رونما ہوئی۔ مگر اب تو اللہ تعالیٰ نے اس ظاہری اور روحانی رشتے کو ملا کر عالمی طور پر ٹیلی ویژن کے ذریعے ایک ایسا نیا نظام قائم کردیا ہے کہ (امامت) احمدیہ کو قیامت تک مستحکم کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا ہے۔ اس لئے اب یہ خیال بھلادیں دل سے کہ (امامت) رابعہ آگئی اور بعد میں پھر وہی کچھ ہوگا جو پہلے ہوچکا ہے۔ یہ بالکل واضح جھوٹ ہے۔ اگر کوئی غلط امیدیں لگائے بیٹھا ہے تو وہ نامراد رہے گا۔ ان امیدوں کا پھل کبھی نہیں دیکھے گا۔ کیونکہ (امامت) رابعہ میں تو اجتماعیت کا آغاز ہوا ہے۔ اختتام کے اعلان نہیں ہو رہے۔ (-)

اس لئے یہ وہم دل سے نکال دو کہ (امامت) رابعہ آخری دور ہے۔ (امامت) رابعہ آئندہ آنے والے حالات کے لئے جو آسمان سے تقدیریں رونما ہو رہی ہیں ان کے لئے ایک پیش خیمہ بن گئی ہے۔

امامت رابعہ ایک نئے باب کا آغاز ہے پس نئے باب کا آغاز ہے۔ نہ کہ پرانے دور کے اختتام کا اعلان ہے۔ پس یہ جو آپ نے کیفیتیں دیکھی ہیں اس سے لطف اندوز ہوئے ان سب باتوں کو اس سارے پس منظر میں سمجھیں اس کی کیفیات کو اپنے دلوں میں اپنے خون میں اپنے مزاج میں داخل کردیں۔ پھر ساری زندگی آپ کی سرور کی زندگی بن جائے گی۔

پس وہ خدا کا احسان کہ آپ کو اکٹھے کردیا آج یہ دوہری صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ (-) آج پھر بھائی بنائے گئے ہو۔ لیکن خدا کی قسم اب جو بنائے گئے ہو (اللہ نے چاہا تو) قیامت تک بنائے رکھے گا تمہیں اگر تم انکساری کے ساتھ خدا تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے زندگیاں بسر کروگے تو اس نعمت کو کوئی تم سے چھین نہیں سکے گا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں توجہ دلائی گئی ہے۔ (-) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنو۔ (-) تم تو آگ کے کنارے پر کھڑے تھے۔ اللہ نے آگ کے کنارے سے تمہیں بچالیا۔ (-) دیکھو اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے نشانات تم پر کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ ان کی حقیقتیں بیان فرماتا ہے ان کا فلسفہ تم پر روشن فرماتا ہے۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ (-) کہ تم میں اب ہمیشہ ایک ایسی (جماعت) قائم رہنی چاہئے (-) جو بھلائیوں کی طرف بلاتی رہے۔ نیکی کی طرف بلائے۔ (-) اور معروف چیزوں کا حکم دے (-) اور بری باتوں سے روکتی رہے۔ (-) یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ یعنی کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں۔

اجتماعیت کی حفاظت کا گر پس یہ جو اجتماعیت ہے آپ کی اس کی حفاظت کا ایک اور گر آپ کو بتایا گیا۔ پہلا تو یہ کہ اللہ کی نعمت کا ذکر کرتے رہو۔ اور یہ احسان مندی کا ایک طریق ہے۔ (-) اس میں شکر گزاری کا مفہوم اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمایا ہے وہ ذکر کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ لوگ جو احسان فراموش ہوتے ہیں وہ احسانات کو بھلا دیا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو احسان کو دل میں قبول کرتے ہیں دل پر گہرا اثر لیتے ہیں احسانات کا وہ ذکر کرتے ہی رہتے ہیں۔ بعض دفعہ ایک چھوٹی سی بات بھی انسان کسی احسان مند انسان سے کردے حسن سلوک کی تو اتنا ذکر کرتا ہے اس سے کہ جس سے احسان واقع ہوگیا وہ بیچارہ مصیبت میں پڑ جاتا ہے۔ وہ شرمندگی سے روکتا ہے اس کو کہ بس کرو کچھ بھی نہیں چھوٹی سی بات تھی۔ مگر وہ چھوڑتا ہی نہیں۔

پس ذکر میں احساس شکر داخل ہے کثرت کے ساتھ اس احسان کا ذکر کیا کرو تاکہ شکر گزار بندے بنو۔ اور اگر شکر گزار بندے بنوگے تو اللہ تعالیٰ تم پر بکثرت اور احسان فرمائے گا۔ اور دوسرا ایک ذریعہ اس نیکی کی حفاظت اور اس نعمت کی حفاظت کا یہ ہے کہ (-) تم میں سے ہمیشہ کچھ لوگ اس بات پر وقف رہنے چاہئیں کہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں۔ کوئی مانے نہ مانے کوئی اثر قبول کرے یا نہ کرے۔ بلاتے ہی رہیں (-) اچھی باتوں کا حکم دیں یعنی (-) مراد جبر کا حکم نہیں ہے بلکہ تاکیدی نصیحت مراد ہے۔ تاکیدی طور پر اچھی باتوں کی نصیحت کرتے رہیں۔ اور بری باتوں سے روکتے رہیں۔ (-) یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے۔

پس کامیابی کا سہرا قوم کے اس حصے کے سر پر باندھا گیا ہے۔ جو لوگوں کو نیک نصیحت کرتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ پس آپ اگر اس کامیابی میں اول شریک ہونا چاہتے ہیں وہ کامیابی جو خدا نے آپ کے لئے مقدر فرمادی ہے۔ تو وہ اول حصہ بنیں۔ جن کے متعلق خدا نے فرمایا ہے کہ اگر تم نصیحت کرنے والے بنوگے برائیوں سے روکنے والے بنوگے تو در حقیقت تم کامیاب ہوگے۔ کیونکہ تمہاری وجہ سے قوم ہلاکت سے بچائی جائے گی۔

پھر فرمایا (-) دیکھو ایسے نہ بن جانا کہ وہ لوگ جو پھٹ گئے۔ آپس میں ایک دوسرے جدا جدا ہو گئے۔ (-) اور اختلاف کر بیٹھے باوجود اس کے کہ ان کے پاس کھلے کھلے روشن نشان آچکے تھے۔ (-)

اس مضمون کی ترتیب کو دیکھیں کیسی واضح ہے۔ فرمایا دیکھو ہم نے تمہیں دوبارہ اکٹھا کیا (-)

پس اللہ تعالیٰ ہمیں اس نئے دور کے فیض کو ہمیشہ اپنے وجودوں میں زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو در اصل پرانے دور کا ہی ایک فیض ہے۔ جو نئے پیمانوں میں آیا ہے۔ کہتے ہیں پرانی شراب نئی بوتلوں میں۔ (-) ہاں نئے پیمانوں میں اب یہ بٹ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی طرح پاک وصاف رکھتے ہوئے بغیر کسی ملونی کے تمام دنیا میں تقسیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خود بھی ہم اس شراب کے نشے میں سرشار رہیں اور دنیا کو بھی سرشار کرتے چلے جائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

OOOO

ناصرہ داؤد

نور کی پہلی کرن

عرب کی آب و ہوا ملک عرب کی شکل مستطیل سی ہے۔ اس کے تین طرف پانی اور ایک طرف خشکی ہے۔ یہاں کوئی قابل ذکر دریا نہیں اس لئے پانی کی کمی ہے۔ بارش بھی کم ہوتی ہے آب و ہوا گرم اور خشک ہے۔ یہاں کی اکثر زمین ریتلی ہے۔ دن اور رات کے موسم میں بڑا فرق ہے دن کو دھوپ کی وجہ سے چونکہ ریت تپ جاتی ہے اس لئے سخت گرمی ہوتی ہے لیکن رات کو جب ریت ٹھنڈی ہوجاتی ہے تو سردی ہوجاتی ہے۔ بچو!! یہاں کی سب سے بڑی پیداوار کھجور ہے یہی وجہ ہے کہ حدیثوں میں آپ کو کثرت سے کھجور کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن اب حاجیوں کی کثرت نے اس ملک کو مالا مال کردیا ہے۔ یہاں اونٹ گھوڑے گدھے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ زیادہ تر باربرداری کا کام انہیں سے لیا جاتا ہے۔ اب تو یہاں کاروں کی بھی کثرت ہے۔

بچو!! یہ میں نے مختصر طور پر آپ کو اس ملک کے متعلق بتایا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔

حضورؐ بنو اسماعیل میں سے ہیں بچو!! آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام تو سنا ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً اکیس بائیس سو سال پہلے عراق میں پیدا ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک اسماعیل علیہ السلام تھے دوسرے اسحاق۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خواب کی بناء پر اپنی بیوی حضرت ہاجرہؑ اور ان کے بچے اسماعیل کو جو کہ حضرت اسحاقؑ سے بڑے تھے۔ عرب کے علاقہ حجاز کی وادی مکہ میں لے جاکر آباد کیا حضرت اسماعیلؑ کی اولاد بنو اسماعیل کہلاتی ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

محمدؐ نام کیوں تجویز کیا گیا بچو!! آپ کو یہ بتاتی ہوں کہ آپ ﷺ کا نام محمد کیوں رکھا گیا جبکہ آپ سے پہلے یہ نام نہیں رکھا جاتا تھا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ آپ کو بتایا ہے کہ آپ کی پیدائش سے پہلے آپؐ کے والد حضرت عبداللہ انتقال کرگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ کی پیدائش کی خبر سنتے ہی گھر میں تشریف لائے اور اس وقت آپ کو کعبہ میں لے گئے۔ اللہ کی درگاہ میں نہایت گریہ و زاری سے دعا کی اور پھر واپس پلٹے۔ ساتویں روز قربانی کی اور تمام قریش کو مدعو کیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ جناب نے بچے کا نام کیا تجویز کیا ہے تو

باقی صفحہ ۶ پر

جنگی قیدیوں اور غلاموں سے حسن سلوک

حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی فرماتے ہیں:-

اسلام نے تاوان جنگ کو بھی اتنا نرم کر دیا کہ فرمایا یا تو احسان کر کے چھوڑ دو۔ اور احسان کو مقدم رکھا اور اگر اس کی برداشت نہ ہو۔ تو تاوان جنگ لے کر چھوڑ دو ر۔ اور فدیہ تاوان جنگ کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے۔ کہ پہلے جنگ انفرادی ہوتی تھی۔ اس لئے افراد سے تاوان جنگ وصول کیا جاتا تھا۔ مگر اب قومی جنگ ہوتی ہے۔ اس لئے اب طریق یہ ہو گا۔ کہ قوم تاوان جنگ ادا کرے۔ پہلے چونکہ باقاعدہ فوجیں نہ ہوا کرتی تھیں اور قوم کے افراد پر جنگی اخراجات کی ذمہ داری فرداً فرداً پڑتی تھی۔ اس لئے اس وقت قیدی رکھنے کا بہترین طریق یہی تھا۔ کہ ان کو افراد میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ وہ ان سے اپنے اپنے اخراجات جنگ وصول کر لیں۔ مگر جب حکومت کی باقاعدہ فوج ہو۔ اور افراد پر جنگی اخراجات کا بار فرداً فرداً نہ پڑتا ہو۔ تو اس وقت جنگی قیدی تقسیم نہیں ہوں گے بلکہ حکومت کی تحویل میں رہیں گے۔ اور جب دوسری قوم تاوان جنگ ادا کر دے گی تو پھر ان سے کوئی خدمت نہیں لی جائے گی۔ اور انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ اب بتاؤ۔ جب قیدی کو فدیہ دے کر رہا ہونے کا اختیار ہے۔ تو وہ کیوں فدیہ ادا کر کے اپنے آپ کو رہا نہیں کرا لیتا۔ اگر وہ خود فدیہ دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو اس کے رشتہ دار فدیہ دے سکتے ہیں۔ اگر وہ بھی فدیہ نہیں دے سکتے۔ تو حکومت فدیہ دے کر اسے رہا کرا سکتی ہے۔ بہرحال کوئی صورت ایسی نہیں جس میں اس کی رہائی کا دروازہ کھلا نہ رکھا گیا ہو۔

ممکن ہے کوئی کہدے کہ ہو سکتا ہے ایک شخص غریب ہو۔ اور وہ خود فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ گورنمنٹ ظالم ہو۔ اور اسے رہا کرانے کا کوئی احساس نہ ہو۔ رشتہ دار لاپروا۔ یا بدمعاش ہوں۔ اور وہ چاہتے ہوں کہ وہ قید ہی رہے۔ تاکہ وہ اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیں۔ دوسری طرف مالک کی یہ حالت ہو۔ کہ وہ بغیر فدیہ کے آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ بالکل ممکن ہے جو رقم اس نے جنگ میں خرچ کی تھی اس نے اس کی مالی حالت کو خراب کر دیا ہو۔ تو ایسی صورت میں وہ اپنی رہائی کے لئے کیا صورت اختیار کر سکتا ہے۔ اس سوال کا جواب بھی قرآن کریم نے دیا ہے۔ فرماتا ہے (-) یعنی وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ نے تمہارا غلام بنایا ہے۔ اور تمہیں ان پر قبضہ اور تصرف حاصل ہے۔ اگر وہ تم سے کہیں کہ صاحب ہمیں چھڑانے والا کوئی نہیں اور نہ ہمارے پاس دولت ہے کہ ہم فدیہ دے کر رہا ہو سکیں۔ ہم غریب اور نادار ہیں۔ ہم آپ سے یہ شرط کر لیتے ہیں۔ کہ آپؐ کی رقم دو سال یا تین سال یا چار سال میں ادا کر دیں گے۔ اور اس قدر ماہوار قسط آپ کو ادا کیا کریں گے۔ آپ ہمیں آزاد کر دیں (-) تم اس بات پر مجبور ہو کہ ان کو آزاد کر دو۔ اور ان کے فدیہ کی رقم کی قسطیں مقرر کر لو بشرطیکہ تمہیں معلوم ہو کہ وہ روپیہ کمانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ بلکہ تمہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جو کچھ دیا ہے۔ اس میں سے ان کی مدد کرو۔ یعنی انہیں کچھ سرمایہ بھی دے دو۔ تاکہ اس ذریعہ سے وہ روپیہ کما کر اپنا فدیہ ادا کر سکیں۔ گویا جس وقت قسطیں مقرر ہو جائیں۔ اسی وقت سے وہ اپنے اعمال میں ویسا ہی آزاد ہو گا۔ جیسے کوئی دوسرا آزاد شخص۔ اور وہ اپنے مال کا مالک سمجھا جائے گا۔

اگر ان تمام صورتوں کے باوجود کوئی شخص پھر بھی غلام رہتا ہے۔ اور آزاد ہونے کی کوشش نہیں کرتا۔ تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ خود غلام رہنا چاہتا ہے اور اسے غلامی میں مزا آتا ہے۔ غرض اسلامی تعلیم کے ماتحت غلام دنیوی جنگوں میں نہیں بنائے جاتے۔ بلکہ صرف انہی جنگوں میں بنائے جاتے ہیں جو مذہبی ہوں۔ مگر ان غلاموں کے متعلق بھی حکم دیا۔ کہ اول تو احسان کر کے انہیں چھوڑ دو۔ اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو فدیہ لے کر رہا کر دو۔ یہ ضروری نہیں نہ وہ خود فدیہ دے۔ اس کے رشتہ دار بھی دے سکتے ہیں۔ حکومت بھی دے سکتی ہے۔ اور اگر گورنمنٹ لاپرواہ ہو۔ رشتہ دار ظالم ہوں۔ اور وہ خود غریب ہو۔ تو وہ کہہ سکتا ہے کہ آؤ میرے ساتھ طے کر لو کہ مجھ پر کیا تاوان جنگ عائد ہوتا ہے۔ اور مجھے اس تاوان کی ادائیگی کے لئے اتنی مہلت دے دو۔ میں اس عرصہ میں اس قدر ماہوار روپیہ ادا کر کے تاوان جنگ دے دوں گا۔ اس معاہدہ کے معاً بعد وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور مالک کا کوئی حق نہیں ہو گا۔ کہ وہ مکاتبت میں کسی قسم کی روک پیدا کرے۔ مکاتبت کا روکنا صرف اسی صورت میں جائز ہے۔ جبکہ اس میں خیر نہ ہو۔ یعنی جنگ کا خطرہ ہو۔ یا یہ کہ وہ پاگل یا کم عقل ہو اور خود کما نہ سکتا ہو۔ اور خطرہ ہو کہ وہ بجائے فائدے کے نقصان اٹھائے گا۔ مکاتبت کی صورت میں اسلام اسے سرمایہ مہیا کرنے کا بھی حکم دیتا ہے۔ خواہ وہ سرمایہ مالک دے یا حکومت۔

پھر ممکن ہے کوئی شخص کہدے۔ اگر پاگل یا کم عقل والے کی مکاتبت کو روکنا جائز ہے۔ تو پھر لوگ اچھے بھلے سمجھدار لوگوں کو بے عقل قرار دے کر اپنا غلام بنائے رکھیں گے۔ آزاد تو وہ پھر بھی نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی قانون یہ ہے کہ ایسی صورت میں وہ گورنمنٹ کے پاس درخواست کر سکتا ہے۔ کہ میں صاحب عقل ہوں۔ کما سکتا ہوں۔ مگر میرا مالک مجھے جان بوجھ کر غلام بنائے ہوئے ہے۔ ایسی صورت میں قاضی فیصلہ کر کے اسے آزادی کا حق دے دیگا۔ غرض کوئی صورت ایسی نہیں جس میں غلاموں کی آزادی کو مدنظر رکھا گیا ہو۔ اول مالک کو کہا کہ وہ احسان کر کے چھوڑ دے۔ دوئم اگر مالک ایسا نہ کر سکے تو غلام کو اختیار دیا کہ وہ تاوان جنگ ادا کرے۔ اور اگر فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو مکاتبت کر لے اور کہدے کہ میں اتنی قسطوں میں روپیہ دوں گا۔ مجھے دو یا تین سال کی مہلت دے دو۔ ایسا معاہدہ کرتے ہی وہ عملاً آزاد سمجھا جائے گا۔ اور اگر ان ساری شرطوں کے باوجود کوئی شخص یہ کہے کہ میں آزاد ہونا نہیں چاہتا۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ اسے اپنی غلامی آزادی سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے پاس جو غلام تھے۔ انہیں رسول کریم ﷺ کے احکام کے ماتحت وہ اس عمدگی اور آرام کے ساتھ رکھتے تھے۔ کہ انہیں اپنی آزادی سے صحابہؓ کی غلامی بہتر معلوم ہوتی تھی۔

صحابہؓ جو کچھ کھاتے وہی انہیں کھلاتے۔ جو کچھ پہنتے وہی ان کو پہناتے۔ انہیں بدنی سزا نہ دیتے۔ ان سے کوئی ایسا کام نہ لیتے۔ جو وہ کر نہ سکتے۔ ان سے کوئی ایسا کام نہ لیتے۔ جس کے کرنے سے وہ خود کراہت کرتے۔ اور اگر لیتے تو کام میں ان کے ساتھ شریک ہوتے۔ اور اگر وہ آزادی کا مطالبہ کرتے تو انہیں فوراً آزادی دے دیتے بشرطیکہ وہ اپنا فدیہ ادا کریں۔ ان حالات کو دیکھ کر غلاموں کا جی نہیں چاہتا تھا کہ وہ آزاد ہوں وہ جانتے تھے کہ یہاں ہمیں اچھا کھانا کھانے کو ملتا ہے۔ بلکہ آقا پہلے ہمیں کھلاتا ہے پھر خود کھاتا ہے۔ گھر گئے تو معمولی روٹی ہی ملے گی۔ اس لئے وہ آزادی کا مطالبہ ہی نہیں کرتے تھے۔ پس گو وہ غلام تھے۔ مگر درحقیقت ان کے دل فتح ہو چکے تھے۔ اور ایسے ہی تھے جیسے حضرت خدیجہؓ کے غلام زید بن حارثہؓ تھے۔ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت کو آزادی پر ترجیح دی۔

جب حضرت خدیجہؓ (رضی اللہ عنہا) کی رسول کریم ﷺ سے شادی ہوئی۔ تو انہوں نے اپنی تمام دولت رسول کریم ﷺ کو دے دی۔ اور زیدؓ کو بھی جو ان کے غلام تھے آپؐ کے سپرد کر دیا۔ رسول کریم ﷺ نے زیدؓ کو آزاد کر دیا۔ حضرت زیدؓ دراصل غلام نہیں تھے۔ بلکہ ایک آزاد خاندان کے لڑکے تھے کسی لوٹ مار میں وہ قید ہو گئے۔ اور ہوتے ہوتے رسول کریم ﷺ کے پاس پہنچے۔ ان کے باپ اور چچا دونوں ان کو تلاش کرتے کرتے مکہ میں آئے۔ اور رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ زیدؓ کو ہمارے ساتھ بھیجا جائے۔ رسول کریم ﷺ حضرت زیدؓ کو آزاد کر چکے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میری طرف سے کوئی روک نہیں۔ اگر یہ جانا چاہتا ہے تو بے شک چلا جائے۔ انہوں نے زیدؓ سے کہا کہ بیٹا گھر چل تیری ماں روتی ہے۔ اور اسے تیری جدائی کا سخت صدمہ ہے۔ اور رسول کریم ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ انہوں نے بھی تجھے آزاد کر دیا ہے۔ اور اجازت دے دی ہے۔ کہ تو ہمارے ساتھ واپس چلا جا۔ زیدؓ نے کہا۔ انہوں نے بیشک مجھے آزاد کر دیا ہے۔ مگر میں دل سے ان کا غلام ہی ہوں اور اس غلامی سے الگ ہونا نہیں چاہتا۔ باپ نے بہت منت سماجت کی۔ اور کہا دیکھ اپنی بوڑھی ماں کا خیال کر۔ چچا نے بھی بہت کوشش کی اور کہا کہ ماں باپ سے بڑھ کر اور کون حسن سلوک کر سکتا ہے۔ ہمارے ساتھ چل ہم تجھے بڑی محبت سے رکھیں گے مگر حضرت زیدؓ نے کہا۔ میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا کیونکہ میرے ساتھ جو کچھ یہ سلوک کرتے ہیں اس سے بہتر سلوک دنیا کی کوئی ماں اور دنیا کا کوئی باپ نہیں کر سکتا۔

اب بتاؤ کیا اس غلامی پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ یا انسان کا دل تشکر و امتنان کے جذبات سے لبریز ہو جاتا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور وہ حیران ہو جاتا ہے کہ کیا دنیا میں دو انسانوں کے درمیان ایسے شریفانہ تعلقات بھی ہو سکتے ہیں۔

بقیہ صفحہ ٥

فرمایا۔ محمدؐ۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے خاندان کے ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں تجویز کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میری خواہش یہ ہے کہ میرا بچہ دنیا بھر کی تعریفوں کا مستحق قرار پائے۔ (محمد کے معنی ہیں جس کی تعریف کی جائے)

تربیت بچہ!! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ چونکہ گاؤں کی آب و ہوا شہروں کی نسبت زیادہ صاف ستھری اور صحت کے لئے اچھی ہوتی ہے۔ اس لئے اس زمانے میں عربوں میں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو اچھی تربیت کے لئے گاؤں میں بھیج دیا کرتے تھے۔ چنانچہ گاؤں کی عورتیں شریف گھرانوں کے بچے

دودھ پلانے کے لئے ان کی اعلیٰ تربیت کے لئے گاؤں لے جایا کرتی تھیں۔ اور دو سال کے بعد بچوں کو واپس کر دیا کرتی تھیں۔ اس کے بدلہ میں ان کو شریف گھرانوں سے بہت کچھ ملتا جس سے ان کا گزارہ بھی اچھا ہو جاتا تھا۔

چنانچہ حلیمہ سعدیہ بھی اسی غرض سے مکہ میں آئی کہ اگر کسی کا بچہ ملے تو اسے اپنے ساتھ لے جائے۔ مگر وہ کہتی ہیں کہ میں مکہ کے جس گھر میں بھی گئی لوگ میرے پھٹے پرانے کپڑے اور پریشان بالوں کو دیکھ کر کہتے کہ ہم تجھے اپنا بچہ نہیں دے سکتے۔ کیا ہم نے اپنا بچہ بھوکا مارنا ہے کہ اسے تیرے حوالے کر دیں۔ اسی حالت میں سارا دن مکہ میں پھرتی رہی مگر مجھے کوئی بچہ نہ ملا۔ ادھر یہ واقعہ ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ سارا دن اپنا بچہ دوسری عورتوں کو دینے کے لئے اصرار کرتی رہیں مگر کوئی عورت اس بچہ کو لینے کے لئے تیار نہ ہوئی۔ وہ کہتیں کہ تو ایک غریب عورت ہے ہم اس بچے کو لے گئیں تو تو نے ہمیں کیا انعام دینا ہے۔ گویا مکہ میں ایک عورت کو سارا دن کوئی بچہ نہ ملا اور ایک عورت کو سارا دن اپنے بچے کے لئے کوئی دایہ نہ ملی۔ دایہ کو ہر گھر سے اس لئے رد کیا گیا کہ وہ ایک غریب عورت تھی اگر بچہ لے گئی تو وہ اس کی پوری طرح پرورش نہ کر سکے گی۔ اور بچہ کو اس لئے رد کیا گیا کہ اس کی ماں ایک غریب اور بیوہ عورت تھی۔ وہ پالنے والی کو انعام کیا دے گی اسی لئے سب عورتیں اسے کہتیں کہ ہم تیرے بچہ کو لے گئیں تو ہم تم سے کسی انعام کی کیا امید کر سکتی ہیں۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ جب شام ہو گئی اور سورج غروب ہونے لگا تو میں شرمندہ اور حیران ہو گئی کہ سارا دن گزر گیا اور مجھے کسی نے غربت کی وجہ سے اپنا بچہ نہیں دیا۔ اتنے میں مجھے کسی نے بتایا کہ فلاں گھر میں ایک بچہ ہے جسے ابھی تک کوئی دایہ نہیں ملی تو اس گھر میں جا اور بچہ کو لے لے حلیمہ کہتی ہے کہ میں نے سمجھا کہ خالی ہاتھ جانے میں جو شرمندگی ہے اس سے یہ بہتر ہے کہ میں اس بچے کو ہی اپنے ساتھ لے جاؤں۔ چنانچہ میں گئی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے آئی اور ہم گاؤں کی طرف چل پڑے۔ میری سہیلیاں گدھوں پر سوار تھیں اور میں ایک گدھی پر۔ محمدؐ میری گود میں تھے اللہ کی شان میری گدھی کی رفتار زیادہ تیز تھی۔ سہیلیوں نے کہا حلیمہ ذرا آہستہ چلو جاتے وقت تمہاری گدھی اتنی تیز رفتار نہ تھی اب اس کی رفتار کیوں اتنی تیز ہو گئی ہے۔ میں نے جواب دیا میں خود حیران ہوں۔ سہیلیوں نے کہا ضرور کوئی بات ہے۔ میں گھر پہنچی تو ایک عجیب نظارہ نظر آیا۔ ہماری بکریوں کا دودھ قحط سالی کی وجہ سے خشک ہو چکا تھا اور دیر سے ہمارے ہاں کوئی دودھ نہیں تھا لیکن جب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر اپنے گھر پہنچی تو ہماری بکریوں کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ وہ کہتی ہیں میں دل میں تو کڑھتی آئی تھی صرف اپنی ناک کے لئے اور شرمندگی سے بچنے کے لئے میں اس بچہ کو لائی ہوں ورنہ اس کی ماں مجھے کیا دے سکتی ہے۔ لیکن جب میں نے یہ دیکھا کہ ہماری بکریوں کے تھن دودھ سے بھر گئے ہیں تو میں نے کہا کہ یہ بچہ تو ہمارے لئے رزق لایا ہے۔ چنانچہ اس دن سے ان کے دل میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت بیٹھ گئی اور پھر انہوں نے اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبت اور شفقت کے ساتھ آپ کی پرورش کی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کو ان کے لئے رزق کا ذریعہ بنایا تھا۔ آپؐ کی دایہ کے خاندان کے لوگ سخت غربت کی حالت میں تھے مگر آپؐ کے آنے پر خدا تعالیٰ نے ان کی غربت کو دور کر دیا اور اپنے فضل کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے اس لئے آپؐ سے ان کو بے پناہ محبت ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے آپؐ کی دایہ پر خدا کا فضل نازل ہونا شروع ہوا تھا اس وجہ سے وہ یہ چاہتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ سے زیادہ دیر تک ان کے گھر میں رہیں۔ حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ قاعدہ کے مطابق دو برس کے بعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کی والدہ آمنہ کے پاس لائی انہوں نے مجھ سے بچہ لینا چاہا تو میں نے ان سے کہا مجھ کو اندیشہ ہے کہ مکہ کی آب و ہوا ان کی صحت کے لئے مضر ہو گی ابھی تم اس کو میرے پاس رہنے دو انہوں نے نہ مانا آخر جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو مان گئیں اور میں بچہ کو لے کر واپس گاؤں چلی آئی۔

(ابن ہشام جلد اول صفحہ ۸۹)

بچو!! حضرت حلیمہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کیا کرتیں ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیشہ حضرت حلیمہ کا بہت خیال رکھتے تھے اور بڑے ہو کر بھی ان کی ہمیشہ عزت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ملک میں قحط پڑ گیا ان دنوں میں حلیمہ آئیں تو آپؐ نے ان کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ دیا۔ ایک دفعہ وہ آئیں تو میری ماں میری ماں کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اوپر کی چادر اتار کر ان کے بیٹھنے کے لئے بچھا دی۔

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ عزیز مولود احمد ابن مکرم ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب آف جماپور ۹۴-۹-۱ کو بوجہ یرقان علیل ہو گئے تھے۔ اب طبیعت نسبتاً بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ شفاء عطا فرمائے۔

○ مکرم ملک سعید احمد صاحب (امریکہ کے دل کا اپریشن شکاگو (امریکہ) میں ہوا ہے۔ صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے درخواست دعا ہے۔

تبدیلی نام

○ میں نے اپنا نام ارم نصیر سے تبدیل کر کے ارم وسیم رکھ لیا ہے۔ آئندہ مجھے اسی نام سے لکھا اور پکارا جاوے۔

ارم وسیم بنت نصیر احمد ناصر مکان نمبر ۳۰۱۴ محلہ شیخاں چرچ روڈ اندرون کوہاٹی گیٹ پشاور شہر۔

سانحہ ارتحال

○ عزیزم مکرم عبدالباسط ابن مقصود احمد صاحب محلہ دارالیمن وسطی حال گھسیٹ پورہ مورخہ ۹۴-۸-۱۹ کو الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں بعمر ۱۴ سال بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ میت ربوہ لائی گئی بیت المہدی گولبازار میں جنازہ پڑھا گیا اور عام قبرستان میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

اللہ تعالیٰ عزیز کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔

ہفتہ تحریک جدید دو ستمبر تا ۹۔ ستمبر ۱۹۹۴ء

○ "اگر تم نے احمدیت کو دیانتداری سے قبول کیا ہے تو اے مردو اے عورتو! تمہارا فرض ہے کہ تحریک جدید کے اغراض و مقاصد میں میرے ساتھ تعاون کرو"۔

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی)

۱۔ حسب سابق امسال بھی مذکورہ بالا تاریخوں میں ہفتہ تحریک جدید منانے کا اہتمام کیا جائے۔

۲۔ دو ستمبر بروز جمعہ تحریک جدید کے عنوان پر خطبہ پڑھا جائے۔

۳۔ جن افراد کے ذمہ جس قدر چندہ باقی ہے اس کی وصولی کے لئے مناسب تعداد میں محصلین گھر بہ گھر جا کر وصولی کی کوشش کریں۔

۴۔ جن افراد کے وعدے غیر معیاری ہیں ان سے معیار کے مطابق وصولی کی جائے۔ اور ٹارگٹ پورا کر کے اپنی جماعت کو خصوصی دعاؤں کا مستحق بنائیں۔

۵۔ مخیر احباب کو صف اول / دوم کے معاونین خصوصی میں شامل کیا جائے۔

۶۔ ہفتہ تحریک جدید منانے کے لئے تعاون کرنے والے احباب کے نام دعا کے لئے دفتر کو بھجوائے جائیں۔

(وکیل المال اول)

پاک گولڈ سمتھ
اقصیٰ روڈ طارق مارکیٹ ربوہ
عبدالمنان ناصر ولد میاں عبدالسلام صاحب
فون: ۵۵۰، ۶۴۳

ہر قسم کے زیورات کا مرکز
شریف گولڈ سمتھ
اقصیٰ روڈ ربوہ فون: 649

(ہومیو پیتھک) ٹانک ڈراپس
زود اثر ہومیو پیتھک فارمولا جو اعصاب، دماغ اور جسم کو تقویت دیتا ہے۔ تھکن اور جسمانی کمزوری کو دور کرتا ہے اور طبیعت کو ہشاش بشاش اور توانا رکھتا ہے
قیمت ۴۰/۔ روپے
کیور یٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو پیتھک کمپنی) گولبازار ربوہ
فون: 04524-771 - 04524-211283
فیکس: 04524-212299

ہوالشافی
بہتر تشخیص ..... مناسب علاج
جرمن ہومیو علاج ● جدید دور جدید ترین علاج
ہومیو ڈاکٹر عزیز احمد خان
D.H.M.S.–R.H.M.P.
کلینک کے اوقات
صبح 10 تا 1
شام مغرب تا عشاء
جرمنی و فرانس کے تمام ہومیو پیتھک کو سنز مثلاً L، M، PK، R نمبر اب سیل بند پیکنگ کے علاوہ آپ اپنی ضرورت کے مطابق کم مقدار میں بھی خرید سکتے ہیں
جرمنی و فرانس کی سیل بند مفرد و مرکب ادویات کا مرکز
عزیز ہومیو پیتھک کلینک اینڈ سٹور
3۔ بلال مارکیٹ۔ ربوہ
فون کلینک (04524) 212399
فون گھر (04524) 211399

خبریں

ربوہ: 22- اگست-1994ء
گرمی اور حبس کا سلسلہ جاری ہے
درجہ حرارت کم از کم 29 درجے سنٹی گریڈ
اور زیادہ سے زیادہ 39 درجے سنٹی گریڈ

○ ملک بھر میں جشن عید میلاد النبی نہایت احترام و عقیدت سے منایا گیا۔ ملک بھر میں جلوس نکالے گئے۔ اخبارات ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے خصوصی اشاعت اور پروگراموں کا اہتمام کیا۔ وزیر اعظم سیکرٹریٹ میں قومی سیرت کانفرنس منعقد کی گئی۔

○ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ حکومت کی مخالفت کی تحریک کی آڑ میں عوام کی جان و مال سے کھیلنے نہیں دیں گے۔ حکومت منفی اقدامات ناکام بنائے گی۔ عوامی مسائل ترجیحی بنیادوں پر حل کئے جائیں تاکہ سابق حکومت کے پیدا کردہ احساس محرومی کا خاتمہ ہو سکے۔ وزیر اعظم نے تین صوبوں کے گورنروں اور وزرائے اعلیٰ کو ہدایت جاری کردی ہیں۔

○ صوبائی حکومتوں نے وزیر اعظم کو یقین دہانی کرائی ہے کہ اپوزیشن کی تحریک نجات کو عوامی پذیرائی نہیں ملے گی۔ پنجاب سندھ اور سرحد کے وزرائے اعلیٰ اور گورنر صاحبان کے ساتھ ایک خصوصی میٹنگ میں وزیر اعظم نے کہا حزب اختلاف اپوزیشن کی قیادت احتساب سے خوفزدہ ہے۔ قومی وسائل لوٹنے والوں کے خلاف ہر صورت تحقیقات ہوگی۔

○ ممتاز قانون سید افضل حیدر نے کہا ہے کہ آئین میں آٹھویں ترمیم کی بنیاد سابق چیف جسٹس انوار الحق نے رکھی انہوں نے اپنی کرسی بچانے کے لئے بیگم نصرت بھٹو کی درخواست پر مارشل لاء کو نہ صرف جواز فراہم کیا بلکہ ضیاء الحق کو آئینی ترمیم کا اختیار بھی دے دیا۔ انہوں نے کہا کہ ضیاء الحق کی اسلامائزیشن کی مہم محض ایک ڈھونگ تھا وہ بھٹو کو ہر صورت میں پھانسی دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں اصل حکومت ان ہاتھوں میں ہے جو نظر نہیں آتے۔ موجودہ حکومت بھی پانچ سال پورے نہ کر سکے گی۔

○ قائد حزب اختلاف مسٹر نواز شریف نے کہا ہے کہ تحریک نجات کامیاب ہوگی۔ عوام کی مکمل حمایت حاصل ہے۔ عوام کی نفرت نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اس حکومت کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کریں گے جو لیڈر یا افراد اس تحریک سے علیحدہ رہنے کی غلطی کریں گے وہ نہ صرف عوام بلکہ اپنے ورکروں سے بھی کٹ جائیں۔ تمام محب وطن عوام تحریک کا ہراول دستہ ثابت ہوں گے۔

○ چوہدری حبیب اللہ کیس میں مسلم لیگ (ن) کے رہنما اعظم چیمہ کو ملک سے بغاوت کرنے اور حبیب اللہ اغوا کیس میں ملوث ہونے پر باقاعدہ طور پر گرفتار کر لیا گیا ہے۔ انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ میرے سامنے کاغذات پر ٹائم تبدیل کیا گیا۔ اس وقت گھر میں اختر رسول، پیر بنیامین، یاسین وٹو، وجاہت حسین اور غلام حیدر وائیں مرحوم وغیرہ لوگ موجود تھے۔

○ وزیر قانون مسٹر اقبال حیدر نے کہا ہے کہ نواز شریف کا تو بھائی بھی ان کے ساتھ نہیں یہ تحریک کیا چلائیں گے۔ وہ مارشل لاء کے سائے میں اقتدار میں آئے۔ انہوں نے کہا کہ سب سے بڑا گناہ کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگانا ہے۔ فرقہ وارانہ تصادم کی حکمت عملی ضیاء دور میں تیار کی گئی۔

○ پیر صاحب پگاڑا نے کہا ہے کہ میرا ٹرین مارچ سے کوئی تعلق نہیں اس کا حشر لانگ مارچ جیسا ہوگا۔ جو ٹرین مارچ کے عذاب سے بچ جائے ہماری پناہ میں آجائے۔

○ سپاہ صحابہ بہاولنگر کے صدر اور خطیب قاری سلطان کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ وہ عشاء کی نماز پڑھا کر سائیکل پر جا رہے تھے کہ مہاجر چوک پر پیلو کیب میں سوار افراد نے اندھا دھند فائرنگ کر کے انہیں شدید زخمی کر دیا۔ وہ ہسپتال جا کر دم توڑ گئے۔ شہر میں احتجاجاً مکمل ہڑتال کی گئی۔

○ کراچی میں فائرنگ کے مختلف واقعات میں پولیس اہلکار سمیت ۲۔ افراد ہلاک ہو گئے۔

○ ایم کیو ایم نے حکومت سے تعاون کی پیشکش کرتے ہوئے کہا ہے کہ مخدوم امین فہیم کو وزیر اعلیٰ بنا دیا جائے۔

○ غلام مصطفیٰ جتوئی، بلخ شیر مزاری اور ظفر اللہ جمالی نے وزارت عظمیٰ کی پیشکش مسترد کر دی ہے۔ نواز لیگ کے رہنماؤں کی اکبر بگٹی سے بات چیت جاری ہے۔ بے نظیر کو ہٹوا دیا جائے تو نئی حکومت اگلے سال اکتوبر میں انتخابات کرا دے گی۔ اپوزیشن نے سیاسی رہنماؤں کو سیاسی تبدیلی کا جو پیکیج پیش کیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ عدم اعتماد کی صورت میں وزارت عظمیٰ کا امیدوار تبدیل نہیں ہوگا۔

○ ایم کیو ایم کے الطاف حسین نے اپوزیشن کی تحریک میں شرکت سے معذرت کر لی ہے۔ شہباز شریف کے ان کے ساتھ مذاکرات ناکام ہو گئے ہیں۔ الطاف حسین نے کا کہنا ہے کہ سڑکوں پر تحریک چلانے کی بجائے اپوزیشن ارکان استعفے پیش کریں۔

○ صوبہ سرحد میں اپوزیشن کے مزید ٦- ارا کین حکومت سے مل جائیں گے۔ وزیر اعلیٰ آفتاب شیرپاؤ کی حکومت کی پوزیشن مستحکم ہو گئی ہے۔

○ دس لاکھ غیر ملکیوں کی تلاش میں ملک بھر میں کرائے داروں کے کوائف اکٹھے کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ایف آئی اے کی ٹیمیں گھر گھر جا کر مکان کی ملکیت اور کرائے داروں کے بارے میں معلومات حاصل کریں گی۔

○ جمیعت علمائے اسلام کے مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ قائد اعظم پیر نہیں سیاست دان تھے ان کے مزار پر حاضری دینا ضروری نہیں۔

○ چوہدری شجاعت حسین نے اپوزیشن کی تحریک کو پانی کا بلبلہ قرار دینے کے وزیر اعظم بینظیر بھٹو کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا یہ تحریک پانی کا بلبلہ نہیں سیلاب ثابت ہوگی۔

○ بریگیڈیئر امتیاز کی بیگم نے کہا ہے کہ میرے شوہر کو وزیر داخلہ کے اشارے پر تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

GOOD NEWS
WE ARE NO.1
ہمارا معیار ہی ہماری مقبولیت کی ضمانت ہے
مناسب قیمت میں بہترین ڈش انٹینا
پاکستان میں ہر جگہ فٹنگ کی سہولت
ڈش ماسٹر
اقصیٰ روڈ ربوہ
دکان 211274 رہائش 212487

دانتوں کا معائنہ مفت
احمد ڈینٹل کلینک
طارق مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ
ڈینٹسٹ رانا مدثر احمد

(خصوصاً ہومیو پیتھک) ڈاکٹرز متوجہ ہوں
ہمارے تیار کردہ ہومیو پیتھک مرکبات کے فری سیمپلز اور لٹریچر کیلئے بذریعہ خط یا ٹیلیفون رابطہ کریں
فیکس 04524-212299

۱۹۱۱ء سے مصروف خدمت
حکیم عبد الحمید اعوان ابن حکیم نظام جان

80
خداوند کریم کی رحمت سے اسی سال سے زیادہ عرصہ سے لاکھوں مایوس مریضوں کو صحت یاب کر کے ان کی دعائیں حاصل کر رہا ہے، آپ بھی اپنی دیرینہ خواہشات کی تکمیل کیلئے
خواتین کے لیے انتظام کے ساتھ
اولاد سے محرومی ○ اولاد نرینہ کی خواہش ○ اولاد کا پیدا ہو کر فوت ہو جانا
اٹھرا ○ لیکوریا ○ ایام کی بے قاعدگی
بچوں کا سوکھا ○ گرمی ○ گیس ○ شوگر وغیرہ
مشہور دواخانہ رجسٹرڈ
ہیڈ آفس: پنڈی بائی پاس جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
سب آفس: چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ
218534-219065
مراکز
PP. 548179
PP. 510564 ملتان
سیالکوٹ
ربوہ ضلع جھنگ
اسلام آباد
لاہور